از عدالت عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 21 اگست 2000

کونکن ریلوے کارپوریشن

بنام

مسرز مہول کنسٹرکشن کمپنی

[جی بی پٹنائک، ڈورا یسوامی راجو اور ایس این واریاوا، جسٹس صاحبان]

ثالثی اور مصالحت ایکٹ، 1996، دفعہ 11(6)- چیف جسٹس یا نامزد شخص کی طرف سے ثالثی مقرر کرنے یا انکار کرنے سے منظور کردہ حکم کی نوعیت-قرار دیا گیا، دفعہ 11(6) کے تحت اختیارات کے استعمال میں چیف جسٹس یا نامزد شخص کی طرف سے منظور کردہ حکم انتظامی نوعیت کا ہے: چیف جسٹس عدالت یا ٹربیونل کے طور پر کام نہیں کرتا ہے اور منظور شدہ حکم آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت عدالت عظمیٰ کے دائرہ اختیار کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔

مشق اور طریقہ کار- ثالثی اور مصالحت ایکٹ، 1996، دفعہ 11(6)- چیف جسٹس کی جانب سے ثالث کی تقرری سے انکار کے خلاف دستیاب دادرسی-قرار دیا گیا، یہ فرض کی عدم کارکردگی کا معاملہ ہوگا جس کے خلاف عدالت عالیہ سے رٹ آف مینڈمس جاری کرنے کے لیے رابطہ کیا جا سکتا ہے- بھارت کا آئین، آرٹیکل 226۔

ثالثی اور مصالحتی قانون 1996 کی دفعہ 11(6) کے تحت اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے ثالث کی تقرری یا تقرری سے انکار کرنے کے مختلف عدالت عالیان کے چیف جسٹسوں یا ان کے نامزد افراد کے احکامات کے خلاف آرٹیکل 32 کے تحت ان خصوصی اجازت کی درخواستوں اور رٹ پٹیشن میں، تعین کے لیے دو سوالات پیدا ہوئے:

(1) اس حکم کی نوعیت کیا ہے جو چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کے ذریعے ایکٹ کی دفعہ 11(6) کے تحت اختیارات کے استعمال میں منظور کیا جاتا ہے؟ اور

(2) یہاں تک کہ اگر مذکورہ حکم کو انتظامی نوعیت کا سمجھا جاتا ہے تو ثالث کی تقرری سے انکار کے خلاف کیا دادرسی کھلا ہے؟

درخواستوں کو مسترد کرتے ہوئے عدالت نے

حکم ہوا کہ: 1.1. چیف جسٹس یا اس کے نامزد کردہ کی طرف سے منظور کردہ حکم ایک انتظامی حکم ہوتا ہے۔ [571 A-B]

1.2. دفعہ 11(6) کے تحت چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کی طرف سے انجام دی گئی نوعیت اور کام بنیادی طور پر ثالثی ٹریبونل کی تشکیل میں مدد کرنے کے لیے ہونے کی وجہ سے اسے عدالتی کام نہیں مانا جا سکتا کیونکہ بصورت دیگر قانون ساز یہ اس کے بجائے 'عدالت' یا 'عدالتی اختیار' کے بیان محاورہ کا استعمال کر سکتا تھا یا 'چیف جسٹس یا اس کا نامزد' کے بیان محاورہ کا انتخاب کر سکتا تھا۔ [569 G-H]

1.3. ثالث کی تقرری سے انکار کرنے کا حکم آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت عدالت عظمیٰ کے دائرہ اختیار کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا۔ [571 B]

سندرم فنانس لمیٹڈ بنام NEPC انڈیا لمیٹڈ، [1999] 2 ایس سی سی 479 اور ایڈور سامیا پرائیویٹ لمیٹڈ بنام پیکے ہولڈنگز لمیٹڈ، [1999] 8 ایس سی سی 572، منظور شدہ۔

2.1. ثالث کی تقرری سے انکار کرنے کا حکم فرض کی عدم کارکردگی کا عمل ہوگا۔ ناراض فریق کے پاس مینڈمس کی رٹ جاری کرنے کے لیے عدالت عالیہ سے رجوع کرنے کی دادرسی ہے۔ [571 C]

2.2. چیف جسٹس نے عدالت یا ٹریبونل کے طور پر کام نہیں کیا اور حکم انتظامی نوعیت کا ہونے کی وجہ سے، مشاہدات اور نتائج پابند نہیں ہیں اور اگر ثالثی قرارداد کی صداقت یا وجود پر اعتراض لیا جاتا ہے تو ثالثی ٹریبونل اس پر غور نہیں کرے گا۔ اس طرح کا اعتراض، اگر لیا جاتا ہے، تو اس کا فیصلہ اس کی خوبیوں پر کیا جائے گا۔ [571 G-H]

اپیلیٹ دیوانی کا دائرہ اختیار: خصوصی اجازت کی درخواست (C) نمبر 11522-11526، سال 1999۔

بمبئی ہائی کورٹ کے 21.8.98/14 کے فیصلے اور حکم سے ثالثی درخواست نمبر 13-17، سال 1996 میں۔

کے ساتھ

خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 99/19549، رٹ پٹیشن (دیوانی) نمبر 2000/81 اور خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 99/11317، 99/12323، 99/8563 اور 99/8581۔

مکل روہتاگی، ایڈیشنل سالیسیٹر جنرل، ایف ایس ناریمن، ایس کے ڈھولکیا، راجیو دھون، پی سی مارکنڈے، گوپال سبرامنیم، اٹل وائی چیتلے، محترمہ سچترا اے چیتلے، سشیل کمار جین، اے پی دھمیجا، پردیپ اگروال، سبھاش شرما، اے مشرا، مسز

کرن بھاردواج، بی وی بلرام داس، سشما سوری، ایس ڈبلیو اے قادری، ٹی وی رتنم، انیل کٹیار، گرو کرشنا کمار، سری کلا گرو کے کمار، ایس آر سیٹیا، کے وی سری کمار اور وی پر سادراؤ حاضر فریقین کے لیے۔

عدالت کا فیصلہ جسٹس پٹنائک نے سنایا۔

مقدمات کے اس بینچ میں اس عدالت غور و فکر کے لیے ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے، یعنی ثالثی اور مصالحتی قانون 1996 کی توضیعات کے تحت، قانون کی دفعہ 11(6) کے تحت ثالث کی تقرری کے معاملے میں چیف جسٹس یا ان کے نامزد شخص کا صحیح نقطہ نظر کیا ہونا چاہیے، اور مذکورہ حکم کی اصل نوعیت کیا ہے اور مزید اگر کوئی شخص اس طرح کے حکم سے ناراض ہے تو کیا وہ عدالت میں درخواست دائر کر سکتا ہے اور کیا اس طرح کی درخواست پر غور کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا ہے تو کس فورم میں؟ سندرم فنانس لمیٹڈ بنام NEPC انڈیا لمیٹڈ، [1999] 2 عدالت عظمیٰ کے مقدمات 479 میں، اس سوال کا فیصلہ کرتے ہوئے کہ آیا ثالثی اور مصالحت ایکٹ، 1996 کی دفعہ 9 کے تحت، عدالت کو ثالثی کی کارروائی شروع ہونے سے پہلے اور ثالث کے تقرر سے پہلے بھی عبوری حکم منظور کرنے کا دائرہ اختیار حاصل ہے، ثالثی ایکٹ، 1940 اور موجودہ ایکٹ، سال 1996 کی مختلف دفعات کا تجزیہ کرنے کے بعد، اس اثر کے لیے ایک مشاہدہ کیا گیا ہے "1996 کے ایکٹ کے تحت، ثالث کی تقرری دفعہ 11 کی توضیعات کے مطابق کی گئی ہے جس میں عدالت کو منظور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ثالث کا تقرر کرنے والا عدالتی حکم۔" ایڈور سامیا پرائیویٹ لمیٹڈ بنام پیکے ہولڈ نگز لمیٹڈ و دیگر، [1999] عدالت عظمیٰ کے 8 مقدمات، 572 میں، یہ عدالت اس نتیجے پر پہنچی کہ عدالت عالیہ کا چیف جسٹس یا اس کا نامزد دفعہ 11(6)، سال 1996 ایکٹ کے تحت انتظامی صلاحیت میں کام کرتا ہے، اور اس طرح، چیف جسٹس کا حکم کسی عدالت کام کا استعمال کرنے والی کسی عدالت ذریعے منظور نہیں کیا جاتا ہے اور نہ ہی یہ عدالت اتھارٹی کے جالوں والا ٹربیونل ہے اور اس لیے یہ ماننا چاہیے کہ اس طرح کے حکم کے خلاف، جو کہ آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت انتظامی نوعیت کا اطلاق ہے، جھوٹ نہیں ہوگا۔ ایڈور سامیا پرائیویٹ لمیٹڈ (اوپر) کیس میں اس عدالت مذکورہ فیصلے کے باوجود جب مجھر، جسٹس، جو سامیا کے کیس (اوپر) کے مصنف تھے، کی صدارت والی بنچ کے سامنے مقدمات کا موجودہ بیچ غور کے لیے آیا تو یہ دلیل دی گئی کہ مذکورہ فیصلے پر غور کرنے کی ضرورت ہے اور درخواست گزار کی درخواست کو قبول کرنے کے بعد بنچ نے مقدمات کے اس بیچ کو تین ججوں کی بنچ کے سامنے رکھنے کا حکم منظور کیا اور اس طرح یہ مقدمات ہمارے سامنے آئے ہیں۔

دو بنیادی سوالات جو واقعی غور کے لیے پیدا ہوتے ہیں، (1) اس حکم کی نوعیت کیا ہے جو چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کے ذریعے ایکٹ کی دفعہ 11 کی ذیلی دفعہ (6) کے تحت اختیارات کے استعمال میں منظور کیا جاتا ہے؟ اور، (2) اگر مذکورہ حکم کو انتظامی نوعیت کا بھی قرار دیا جائے تو بھی متعلقہ شخص کے لیے کیا دادرسی کھلا ہے اگر ثالث کی تقرری کی اس کی درخواست کو فاضل چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص نے کسی نہ کسی وجہ سے مسترد کر دیا ہو؟

مؤخر الذکر سوال کا فیصلہ کرنے میں موجودہ ایکٹ کے ذریعے 1940 کے ایکٹ کو تبدیل کرنے میں قانون سازیہ کے حقیقی ارادے کا پتہ لگانا ضروری ہوگا اور نئے ایکٹ کے نفاذ کے مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب 1996 کے ایکٹ کی دفعہ 11(6) کے تحت دائرہ اختیار کو مدعا کرنے کے لیے درخواست دی جاتی ہے تو فاضل چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کا نقطہ نظر کیا ہونا چاہیے۔

شروع میں، یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ 1996 کے ایکٹ سے پہلے، ثالثی ایکٹ، سال 1940، جو بھارت میں نافذ تھا، گھریلو ثالثی کے لیے فراہم کیا گیا تھا اور غیر ملکی ایوارڈز سے نمٹنے کے لیے کوئی شق موجود نہیں تھی۔ جہاں تک فارن ایوارڈز کا تعلق ہے، ان سے ثالثی (پروٹوکول اور کنونشن) ایکٹ 1937 اور فارن ایوارڈز (ریگنیشن اینڈ انفورسمنٹ) ایکٹ 1961 کے ذریعے نمٹا جا رہا تھا۔ عالمی تجارت کی بڑھتی ہوئی ترقی اور کئی ممالک میں عام نظام کے تحت عدالت عالیان میں مقدمات کے نمٹارے میں تاخیر نے، خاص طور پر تجارتی تنازعات کے معاملے میں، ایک متبادل تنازعات کے حل کے نظام کا ادراک رکھنا ضروری بنا دیا۔ جب پوری دنیا تیز رفتار حل کے حق میں آگے بڑھ رہی تھی۔ تجارتی تنازعات کے معاملے میں، اقوام متحدہ کے کمیشن برائے بین الاقوامی تجارتی قانون نے 1985 میں بین الاقوامی تجارتی ثالثی کے یونسیٹرال نمونہ قانون کو اپنایا اور اس کے بعد سے، بہت سے ممالک نے اپنے متعلقہ قانون سازی کے نظام میں اس نمونہ کو تسلیم کیا ہے۔ موجودہ ثالثی اور مصالحتی قانون سازیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ غیر یونسیٹرال نمونہ قانون کے ساتھ، سال 1996 کو بھارت میں بھارتیہ آربیٹریشن ایکٹ، 1940 کی جگہ نافذ کیا گیا ہے، جو ملک میں ثالثی سے متعلق بنیادی قانون سازیہ تھا جو برطانوی حکمرانی کے دوران نافذ کیا گیا تھا۔ ثالثی ایکٹ، سال 1996 نہ صرف گھریلو ثالثی کے لیے فراہم کرتا ہے بلکہ بین الاقوامی تجارتی ثالثی میں بھی اپنا دائرہ پھیلاتا ہے۔ غیر ملکی ثالثی ایوارڈز کے نفاذ سے متعلق بھارتیہ قانون ثالثی کے عمل میں زیادہ خود مختاری فراہم کرتا ہے اور عدالتی مداخلت کو پچھلے قانون کے مقابلے میں ایک تنگ دائرے تک محدود کرتا ہے۔ بین الاقوامی تجارتی برادری کے اعتماد کو راغب کرنے اور حکومت کی نئی آزاد خیال پالیسی کے بعد باقی دنیا کے ساتھ ہندوستان کے تجارتی اور تجارتی تعلقات کے بڑھتے ہوئے حجم کے لیے، بھارتیہ پارلیمنٹ کو ثالثی اور مصالحت ایکٹ، سال 1996 کو یونسیٹرال نمونہ کی توضیعات کرنے کے لیے راضی کیا گیا اور اس لیے 1996 کے ایکٹ کی کسی بھی شق کی تشریح کرنے میں عدالت عالیان کو قانون سازی کے مقاصد اور مقصد، سال 1996 کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ثالثی ایکٹ، سال 1940 کی مختلف دفعات کا ثالثی اور مصالحتی ایکٹ، 1996 کی توضیعات کے ساتھ محض موازنہ غیر واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرے گا کہ 1996 کا ایکٹ ثالثی کے عمل کے ساتھ عدالت کی مداخلت کو کم سے کم تک محدود کرتا ہے اور یہ یقینی طور پر قانون سازی کا ارادہ نہیں ہے کہ ایکٹ کے تحت کسی اتھارٹی کے ذریعے منظور کیا گیا ہر حکم عدالت کی عدالتی جانچ پڑتال کا موضوع ہوگا۔ نئے قانون کے تحت وہ بنیادیں جن پر عدالت سامنے ثالث کے فیصلے کو چیلنج کیا جا سکتا تھا، ان میں سخت کٹوتی کی گئی ہے اور اس طرح کے چیلنج کی اجازت اب قرارداد کی نااہلی، ثالث کی طرف سے دائرہ اختیار کی کمی یا ثالث کی تقرری یا ثالثی کی کارروائی کے بارے میں کسی فریق کو مناسب نوٹس

کی کمی کی بنیاد پر دی گئی ہے۔ثالث کے اختیارات کو کئی معاملات کی مخصوص کی توضیعات کو شامل کرکے بڑھایا گیا ہے۔ثالثی کی کارروائی میں فریقین کی طرف سے اپنائے گئے رکاوٹ پیدا کرنے والے ہتھکنڈوں کو ایک واضح شق کے ذریعے ناکام بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جیسے کہ کوئی فریق جان بوجھ کر خاموش رہتا ہے اور پھر اچانک طریقہ کار پر اعتراض اٹھاتا ہے تو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ثالثی کو فروغ دینے اور منظم کرنے میں اداروں کے کردار کو تسلیم کیا گیا ہے۔ثالثوں کو نامزد کرنے کا اختیار چیف جسٹس یا ان کی طرف سے نامزد کردہ ادارے یا شخص کو دیا گیا ہے۔ایوارڈ دینے کے لیے وقت کی حد کو ختم کر دیا گیا ہے۔1940 کے ایکٹ میں عدالت کی مداخلت کے بذریعے ثالثی سے متعلق موجودہ کی توضیعات، جب کوئی مقدمہ زیر التوا نہیں ہوتا ہے یا جب کوئی مقدمہ زیر التوا ہوتا ہے تو عدالت حکم سے ہٹا دیا گیا ہے۔بین الاقوامی تجارتی ثالثی کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور یہ خاص طور پر فراہم کیا گیا ہے کہ یہاں تک کہ جہاں ثالثی بھارت میں ہوتی ہے، معاہدے کے فریق تنازعہ کے مادے پر لاگو قانون کو نامزد کرنے کے لیے آزاد ہوں گے۔نئے قانون کے تحت جب تک کہ قرارداد دوسری صورت میں فراہم نہ کرے، ثالثوں کو ایوارڈ کی وجوہات بتانے کی ضرورت ہے۔ایوارڈ کو اب خود ایک ڈگری کا درجہ دیا گیا ہے، کیونکہ ایوارڈ کو خود ڈگری کے طور پر قابل عمل بنا دیا گیا ہے اور ایوارڈ کے لحاظ سے ڈگری کے لیے عدالت میں درخواست دینا اب ضروری نہیں ہوگا۔ان سب کا مقصد عدالت کی کم سے کم مداخلت کے ساتھ تنازعہ کو جلد از جلد حل کرنے کے واحد مقصد کو حاصل کرنا ہے تاکہ عدالت سامنے قانونی چارہ جوئی کی وجہ سے تجارت اور تجارت متاثر نہ ہو۔جب اقوام متحدہ نے بین الاقوامی تجارتی قانون پر کمیشن قائم کیا تو یہ اس حقیقت کی وجہ سے ہے کہ جنرل اسمبلی نے تسلیم کیا کہ بین الاقوامی تجارت پر حکمرانی کرنے والے قومی قوانین میں عدم مساوات نے تجارت کے بہاؤ میں رکاوٹیں پیدا کیں۔جنرل اسمبلی نے کمیشن برائے بین الاقوامی تجارتی قانون کو ایک ایسا ذریعہ سمجھا جو رکاوٹوں کو کم کرنے یا دور کرنے میں زیادہ فعال کردار ادا کر سکتا ہے۔اس لیے اس طرح کے کمیشن کو ترقی پسند ہم آہنگی اور بین الاقوامی تجارت کے قانون کے اتحاد کے لیے مینڈیٹ دیا گیا تھا۔اس مقصد کے ساتھ جب یونسیترال نمونہ تیار کیا گیا ہے اور ہمارے ملک میں پارلیمنٹ نے یونسیترال نمونہ کو اپناتے ہوئے سال 1996 میں ثالثی اور مصالحت ایکٹ نافذ کیا ہے، تو ایکٹ کی کسی بھی شق کی تشریح کرتے وقت مذکورہ مقصد کو ذہن میں رکھنا مناسب ہوگا۔ایکٹ کے مقاصد اور وجوہات کا بیان واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ قانون سازیہ کا بنیادی مقصد ثالثی کے عمل میں عدالت عالیان کے نگران کردار کو کم سے کم کرنا تھا۔اگر ایکٹ کے دفعہ 11 اور نمونہ قانون کے آرٹیکل 11 کی زبان کے درمیان موازنہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوگا کہ ایکٹ نے گھریلو ثالثی کے معاملات میں عدالت عالیہ کے چیف جسٹس اور بین الاقوامی تجارتی ثالثی کے معاملات میں بھارت کے چیف جسٹس کو ثالث کی تقرری کا کام انجام دینے کا اختیار نامزد کیا ہے جبکہ نمونہ قانون کے تحت مذکورہ اختیار عدالت کو دیا گیا ہے۔جب معاملہ ایکٹ کی دفعہ 11 کے تحت چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کے سامنے رکھا جاتا ہے تو مذکورہ چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قانون سازی کے ارادے کو ذہن میں رکھے کہ ثالثی کا عمل بغیر کسی تاخیر کے شروع کیا جائے اور تمام متنازعہ مسائل کو بذات خود ثالثی ٹریبونل کے سامنے اٹھایا جائے۔اس مرحلے پر چیف جسٹس یا

ان کے نامزد شخص کے لیے مناسب نہیں ہوگا کہ وہ فریقین کے درمیان کسی بھی متنازعہ مسئلے پر غور کرے اور اس کا فیصلہ کرے۔ایکٹ کے دفعہ 13 اور 16 کو محض پڑھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ثالث کی قابلیت، آزادی اور غیر جانبداری کے حوالے سے اور ثالث کے دائرہ اختیار کے حوالے سے سوالات ثالث کے سامنے اٹھائے جاسکتے ہیں جو اس کا فیصلہ کرے گا۔دفعہ 13(1) فراہم کرتا ہے کہ فریق ثالث کو چیلنج کرنے کے طریقہ کار پر اتفاق کرنے کے لیے آزاد ہوگا۔مذکورہ دفعہ کی ذیلی دفعہ (2) میں کہا گیا ہے کہ اس طرح کے کسی قرارداد میں ناکام ہونے پر، کوئی فریق جو کسی ثالث کو آزادی یا غیر جانبداری کی بنیاد پر یا مطلوبہ قابلیت کی کمی کی بنیاد پر چیلنج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، ٹریبونل کی تشکیل سے آگاہ ہونے کے 15 دن کے اندر خود ٹریبونل کو چیلنج کے لیے تحریری بیان بھیجے گا۔دفعہ 13(3) میں کہا گیا ہے کہ جب تک ثالث دستبردار نہیں ہوتا یا دوسرا فریق چیلنج پر راضی نہیں ہوتا، ٹریبونل خود چیلنج پر فیصلہ کرے گا۔دفعہ 13 کی ذیلی دفعہ (4) ثالث کو ثالثی کی کارروائی جاری رکھنے اور فیصلہ دینے کا حکم دیتی ہے۔دفعہ 16 ثالثی ٹریبونل کو اپنے طور پر اور ساتھ ہی ثالثی قرارداد کے وجود یا جواز کے حوالے سے اعتراضات پر فیصلہ سنانے کا اختیار دیتی ہے۔1996 کے ایکٹ کے تحت ثالث پر اس طرح کے اختیارات کی منتقلی قانون سازیہ کے ارادے اور اس کی بے چینی کی نشاندہی کرتی ہے کہ ثالثی کا عمل شروع ہو گیا ہے۔یہ قانون سازی کا ارادہ ہونے کی وجہ سے، چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کے لیے یہ مناسب ہوگا کہ وہ ثالث کی تقرری پر اعتراض کرنے والی فریق کے ذریعے کسی بھی وقت کو ضائع کیے بغیر یا اس مرحلے پر کسی بھی متنازعہ مسائل کو مدعو کیے بغیر ثالث کا تقرر کرے۔اگر اس نقطہ نظر پر عمل کیا جاتا ہے، تو کسی بھی فریق کی طرف سے کوئی شکایت نہیں ہوگی اور ثالثی کی کارروائی میں، قانون کے تحت فراہم کردہ کسی بھی اعتراض کو اٹھانے کے لیے کھلا ہوگا۔لیکن کچھ ہنگامی حالات پیدا ہو سکتے ہیں جہاں چیف جسٹس یا اس کا نامزد ثالث کی تقرری کرنے سے انکار کرتا ہے اور ایسی صورت میں ثالث کی تقرری کے خواہاں فریق کو بغیر کسی دادرسی کے نہیں کہا جا سکتا۔قانون سازیہ کے مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے، دفعہ 11(6) میں استعمال ہونے والی زبان جو چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کو ثالث مقرر کرنے کا اختیار دیتی ہے، مداخلت کے معاملے میں عدالت اختیارات کو کم کرنا، ثالثی کی کارروائی کے دوران ثالث کے دائرہ اختیار کو بڑھانا، اور سب سے بڑھ کر، ان کے تنازعات کو تیزی سے نمٹانے کے لیے بین الاقوامی بازار کا اعتماد، دفعہ 11 (6) کے تحت چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کے ذریعے ثالث مقرر کرنے کے حکم کے کردار اور حیثیت پر فیصلہ کرنا ہوگا۔اگر یہ مانا جائے کہ دفعہ 11(6) کے تحت کوئی حکم عدالتی یا نیم عدالتی حکم ہے تو مذکورہ حکم عدالتی مداخلت کے لیے قابل قبول ہوگا اور کوئی بھی غیر آمادہ فریق ثالث کی تقرری کے حکم کے خلاف بھی عدالت سے رجوع کرنے میں تاخیر کرنے والے ہتھکنڈوں کو اپنا کر ایکٹ کے پورے مقصد کو ناکام بنا سکتا ہے۔اس طرح کی تشریح سے گریز کرنا ہوگا تاکہ اس بنیادی مقصد کو حاصل کیا جا سکے جس کے لیے ملک نے 1996 میں یونسیٹرال نمونہ کو اپناتے ہوئے ایکٹ نافذ کیا ہے۔اگر دوسری طرف، یہ قرار دیا جاتا ہے کہ دفعہ 11(6) کے تحت چیف جسٹس کی طرف سے منظور کردہ حکم انتظامی نوعیت کا ہے، تو ایسی صورت میں جہاں فاضل چیف جسٹس یا اس کا نامزد شخص تقرری کرنے سے غلطی سے انکار کرتا ہے تو عدالت کی طرف سے مداخلت اسی

طرح ممکن ہوسکتی ہے جس طرح ایگزیکٹو کے انتظامی حکم کے خلاف مداخلت ممکن ہے۔ دوسرے لفظوں میں، یہ چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کی طرف سے فرائض کی عدم کارکردگی کا معاملہ ہوگا، اور اس وجہ سے، ایک مینڈمس جھوٹ بولے گا۔ اگر دفعہ 11(6) کے تحت منظور کیے گئے حکم کی نوعیت کے حوالے سے ایسی تشریح دی جاتی ہے تو دفعہ 11(6) کے تحت انکار کا حکم منظور ہونے کی صورت میں اس کا ازالہ مینڈمس جاری کر کے کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں دوسرے متبادل کو قبول کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ثالثی کے عمل کو شروع کرنے میں بے حد تاخیر نہیں ہوگی۔ لیکن، جیسا کہ اس فیصلے کے ابتدائی حصے میں پہلے بیان کیا گیا ہے، چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کا فرض یہ ہے کہ وہ ثالثی کے عمل کو متحرک کرے، یہ توقع کی جاتی ہے کہ ہمیشہ چیف جسٹس یا اس کا نامزد ثالث کا تقرر کرے گا تاکہ ثالثی کی کارروائی جلد از جلد شروع ہو سکے اور تنازعہ خود ہی حل ہو سکے اور ایکٹ کا مقصد حاصل کیا جا سکے۔ درحقیقت سندرم فنانس کیس (اوپر) میں اس عدالت کی بنچ نے ایکٹ کے دفعہ 9 کے دائرہ کار پر غور کرتے ہوئے اس نقطہ نظر سے مسئلے سے رجوع کیا ہے اور اتفاقی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ دفعہ 11 عدالت کو ثالث کی تقرری کا عدالتی حکم منظور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دفعہ 11 کی ذیلی دفعہ (6) کے تحت چیف جسٹس یا ان کے نامزد کردہ شخص کی جانب سے ثالثی ٹریبونل کی تشکیل میں مدد کے لیے انجام دی جانے والی نوعیت اور کام کو عدالتی کام قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ بصورت دیگر قانون ساز یہ 'چیف جسٹس یا ان کے نامزد' لفظ کا انتخاب کرنے کے بجائے 'عدالت' یا 'عدالتی اختیار' کا لفظ استعمال کر سکتی تھی۔ اگر انگلش آربیٹریشن ایکٹ، 1996 کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوگا کہ انگلش ایکٹ کے تحت یہ وہ عدالت ہے جسے متفقہ تقرری کے طریقہ کار کی ناکامی پر ثالث کی تقرری کا کام سونپا گیا ہے اور عدالت کا دیا گیا حکم دفعہ 11(5) کے تحت اپیل کے قابل ہو جاتا ہے جبکہ بھارت میں ثالثی اور مصالحتی ایکٹ، سال 1996 کے تحت تقرری کا اختیار چیف جسٹس یا اس کے نامزد شخص کے پاس ہوتا ہے۔

دفعہ 11 کے مختلف ذیلی حصوں کا تجزیہ حکم کی نوعیت کی نشاندہی کرے گا، جسے چیف جسٹس یا اس کا نامزد شخص دفعہ 11 کی ذیلی دفعہ (6) کے تحت منظور کرتا ہے۔ ذیلی دفعہ (3) اور ذیلی دفعہ (4) ایسے معاملات سے متعلق ہے، جن میں کوئی فریق ثالث کا تقرر کرنے میں ناکام رہتا ہے، یا ثالث تیسرے ثالث پر متفق ہونے میں ناکام رہتے ہیں اور اس طرح ثالثی ٹریبونل کی تشکیل کے معاملے میں مایوسی یا غیر معقول تاخیر سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہندوستان کے چیف جسٹس یا متعلقہ عدالت عالیہ کے چیف جسٹس، یا اس کی طرف سے نامزد کسی بھی شخص یا ادارے کو کسی فریق کی درخواست پر تقرری کرنے کا اختیار دیتا ہے، اگر دوسرا فریق اس مقصد کے لیے درخواست موصول ہونے کے تیس دن کے اندر ثالث کا تقرر کرنے میں ناکام رہا ہو۔ ذیلی دفعہ 4، 5 اور 6 ڈیزائن کے مطابق۔ نمونہ قانون کے آرٹیکل 11 کے پیراگراف (3) اور (4) میں عدالت یا دیگر اتھارٹی کی ترجیح میں "چیف جسٹس" کا بیان محاورہ استعمال کریں، ظاہر ہے اس وجہ سے کہ چیف جسٹس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی انتظامی صلاحیت میں کام کرتے ہوئے ان تقاضوں کی خلاف ورزی کیے بغیر فوری طور پر کام کرے کہ صرف اہل افراد کو ثالث کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے۔ ذیلی دفعہ (4) کسی بھی وقت کی حد کا تعین نہیں کرتی ہے جس کے اندر چیف جسٹس یا اس کے

نامزد کردہ شخص کو تقرری کرنی ہوتی ہے۔تاہم، یہ توقع کرتا ہے کہ یہ عہدیدار فوری طور پر کارروائی کریں گے۔ جبکہ ذیلی دفعہ (4)اور(5)ثالث یاثالث کے تقرر کے طریقہ کار پر فریقین کے درمیان قرارداد کی عدم موجودگی میں پیدا ہونے والی رکاوٹوں کو دور کرنے سے متعلق ہیں، ذیلی دفعہ (6) تقرری کے متفقہ طریقہ کار پر پیدا ہونے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ان رکاوٹوں کی نشاندہی ذیلی دفعہ (6) کی شق (a)،(b)اور (c) میں کی گئی ہے۔ذیلی دفعہ (6) متاثرہ فریق کو چیف جسٹس یااس کی طرف سے نامزد کسی شخص یاادارے سے ضروری اقدام یعنی تقرری کے لیے درخواست کرنے کی اجازت دے کران مسائل کی دادرسی فراہم کرتی ہے، جب تک کہ تقرری کے طریقہ کار سے متعلق قرارداد تقرری کے حصول کے لیے دیگر ذرائع فراہم نہ کرے۔اس لیے ذیلی دفعہ (6) کا مقصد تقرری کے عمل میں کسی بھی ڈیڈلاک یا غیر ضروری تاخیر کو دور کرنا ہے۔یہ مؤقف ہونے کے ناطے، یہ مؤقف رکھنا معقول ہے کہ ذیلی دفعہ (6) کے تحت فرائض کی انجام دہی کے دوران، چیف جسٹس یااس کا نامزد شخص اپنی انتظامی صلاحیت کے مطابق کام کرے گااور اس طرح کی تعمیر نئے ثالثی قانون کے مقصد کو پورا کرے گی۔

چیف جسٹس کی طرف سے انجام دیے جانے والے کام کی نوعیت بنیادی طور پر ثالثی ٹریبونل کے آئین کو فوری طور پر مدد فراہم کرنے کے لیے ہوتی ہے اور قانون سازنے جان بوجھ کر چیف جسٹس کو اختیار دینے کا انتخاب کیا ہے نہ کہ عدالت کو، یہ واضح ہے کہ چیف جسٹس یااس کے نامزد کردہ کی طرف سے منظور کیا گیا حکم ایک انتظامی حکم ہے، جیسا کہ اس عدالت نے اڈور سامیا کے معاملے میں قرار دیا ہے اور سندرم فنانس لمیٹڈ کے معاملے میں اس عدالت مشاہدات بھی بالکل مناسب ہیں اور ان میں سے کسی بھی فیصلے پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ حیثیت ہونے کی وجہ سے یہاں تک کہ ثالث کی تقرری سے انکار کرنے کا حکم بھی آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اس عدالت دائرہ اختیار کے لیے قابل قبول نہیں ہوگا۔اس طرح کے حکم کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ متنازعہ مسائل کا فیصلہ کرنے کے بعد ثالث کی تقرری سے انکار کرنا فرض کی عدم کارکردگی کا عمل ہوگا اور جو پہلے کہا گیا ہے اس کے پیش نظر متعلقہ اتھارٹی کو مینڈمس کی طرف سے اپنا فرض ادا کرنے کی ہدایت کی جاسکتی ہے۔

جیسا کہ اوپر اٹھایا گیا ہے، ان دو بنیادی سوالات کے جوابات دینے کے بعد، آیئے اب مختلف معاملات میں متنازعہ احکامات کا جائزہ لیں، جو ہمارے سامنے ہیں۔ خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 11526-11522، سال 1999، ثالثی کے تقرر میں بمبئی عدالت عالیہ کے فاضل چیف جسٹس کا حکم چیلنج کا موضوع ہے۔چونکہ فاضل چیف جسٹس کے ذریعے منظور کردہ تقرری کا حکم انتظامی نوعیت کا ہوتا ہے اور فاضل چیف جسٹس عدالت یاٹریبونل کے طور پر کام نہیں کرتا، اس لیے مذکورہ حکم آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اس عدالت دائرہ اختیار کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔اس کے مطابق خصوصی اجازت کی درخواستیں مسترد کردی جاتی ہیں۔

خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 19549/99 کو گوہاٹی عدالت عالیہ کے فاضل چیف جسٹس کے حکم کے خلاف ہدایت دی گئی ہے، جس میں متنازعہ مسائل پر غور کرنے اور مذکورہ مسائل کا تفصیلی غور و فکر کے ذریعے فیصلہ کرنے کے بعد ثالث کی تقرری سے انکار کیا گیا ہے، اس نتیجے پر کہ ثالثی کے لیے کوئی درست قرارداد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر فاضل چیف جسٹس کے لیے یہ کھلا نہیں تھا کہ وہ متنازعہ مسائل پر غور کرے اور ان کا فیصلہ کرے، لیکن چونکہ حتمی حکم انتظامی نوعیت کا ہے، جیسا کہ ہم نے قرار دیا ہے اور چونکہ فاضل چیف جسٹس عدالت یا ٹریبونل کے طور پر کام نہیں کرتا ہے، اس لیے یہ حکم آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اس عدالت عدالتی جانچ پڑتال سے مشروط نہیں ہو سکتا۔ تاہم، متاثرہ فریق کے پاس قانون کے مطابق، اگر ایسا مشورہ دیا جاتا ہے تو، مینڈمس کی رٹ جاری کرنے کے لیے عدالت عالیہ سے رجوع کرنے کا ایک دادرسائی ہے۔ یہ واضح کیا جاتا ہے کہ فاضل چیف جسٹس نے عدالت یا ٹریبونل کے طور پر کام نہیں کیا ہے اور حکم انتظامی نوعیت کا ہونے کی وجہ سے، مشاہدات اور نتائج پابند نہیں ہیں اور اگر ثالثی ٹریبونل کے سامنے ثالثی قرارداد کی صداقت یا وجود پر اعتراض لیا جاتا ہے تو اس پر غور نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح کا اعتراض، اگر لیا جاتا ہے، تو اس کا فیصلہ اس کی خوبیوں پر کیا جائے گا۔ خصوصی اجازت کی درخواست مسترد کر دی گئی ہے۔

رٹ پٹیشن (دیوانی) نمبر 81/2000 آئین کے آرٹیکل 32 کے تحت ایک پٹیشن ہے، جو گوہاٹی عدالت عالیہ کے فاضل چیف جسٹس کے حکم کے خلاف ہے، جو خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 19549/99 میں چیلنج کا موضوع تھا۔ ہم یہ سمجھنے میں ناکام ہیں کہ آرٹیکل 32 کے تحت عرضی، ثالثی اور مصالحت ایکٹ، 1996 کی دفعہ 11 کے تحت ثالث کی تقرری سے انکار کرنے والے فاضل چیف جسٹس کے حکم کے خلاف کس طرح قابل قبول ہے۔ آرٹیکل 32 کے تحت یہ درخواست اسی کے مطابق مسترد کر دی گئی ہے۔

خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 11317/99 آندھرا پردیش عدالت عالیہ کے فاضل چیف جسٹس کے نامزد کردہ کے حکم کے خلاف ہدایت کی گئی ہے، جس میں ایکٹ کی دفعہ 11(6) کے تحت ثالث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ زیر بحث حکم انتظامی نوعیت کا ہونے کی وجہ سے اور فاضل چیف جسٹس کا نامزد ہونے کی وجہ سے، عدالت یا ٹریبونل نہ ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ ہماری طرف سے قرار دیا گیا ہے، یہ خصوصی اجازت کی درخواست مسترد ہو جاتی ہے۔

خصوصی اجازت کی درخواست (سول) نمبر 12323، سال 1999 یونین آف انڈیا کی طرف سے، آندھرا پردیش عدالت عالیہ کے فاضل چیف جسٹس کے نامزد کردہ کے حکم کے خلاف ہے، جس میں ایکٹ کی دفعہ 11(6) کے تحت ثالث کا تقرر کیا گیا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر، جو پہلے ہی ایس ایل پی (c) نمبر 11317/99 میں بتائی گئی ہیں، یہ خصوصی اجازت کی درخواست مسترد کر دی گئی ہے۔

خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 8563/99 کو مدراس عدالت عالیہ کے فاضل چیف جسٹس کے نامزد کردہ کے حکم کے خلاف ہدایت کی گئی ہے، جس میں ایکٹ کی دفعہ 11(6) کے تحت ثالث کا تقرر کیا گیا ہے۔ان وجوہات کی بناء پر، جو پہلے ہی اشارہ کی گئی ہیں، تقرری کا مذکورہ حکم انتظامی نوعیت کا ہے اور فاضل چیف جسٹس کا نامزد، عدالت یا ٹریبونل نہ ہونے کی وجہ سے، زیر بحث حکم آئین کے آرٹیکل 136 کے تحت اس عدالت دائرہ اختیار کے لیے قابل قبول نہیں ہے اور اس کے نتیجے میں، خصوصی اجازت کی درخواست مسترد ہو جاتی ہے۔

خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 8581/99 کو مدراس عدالت عالیہ کے فاضل چیف جسٹس کے نامزد کردہ کے حکم کے خلاف ہدایت کی گئی ہے، جس میں ایکٹ کی دفعہ 11(6) کے تحت ثالث کا تقرر کیا گیا ہے۔ خصوصی اجازت کی درخواست (دیوانی) نمبر 8563/99 میں اشارہ کردہ خود انہی وجوہات کی بناء پر، یہ خصوصی اجازت کی درخواست مسترد کر دی گئی ہے۔

ایس۔ایم۔ **درخواستیں مسترد کر دی گئیں۔**

Javeed Ahmed Geelani
2024.07.15 13:18
I am the author of this document